عشق نامہ

کومل ذیشان

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

عشق نامہ

کومل ذیشان

پاک سوسائٹی کے تحت شائع ہونے والے ناول "عشق نامہ" کے حقوق طبع و نقل بحق ویب سائٹ Paksociety.com محفوظ ہیں۔
کسی بھی فرد، ادارے، ڈائجسٹ، ویب سائٹ، ایپلیکیشن اور انٹرنیٹ کسی کے لئے بھی اس کے کسی حصے کی اشاعت، سکرین شارٹ لیکر فیس بُک پر لگانے یا کسی بھی ٹیوی چینل پر ڈرامہ و ڈرامائی تشکیل و ناول کی قسط کے کسی بھی طرح کے استعمال سے پہلے پبلشر (پاک سوسائٹی) سے تحریری اجازت لینا ضروری ہے۔ بصورت دیگر ادارہ قانونی چارہ جوئی اور بھاری جرمانہ عائد کرنے کا حق رکھتا ہے۔

انتساب:

مستنصر حسین کے نام

پیش لفظ

بنجر ہے سب بنجر ہے
ہم ڈھونڈنے جب فردوس چلے
تیری کھوج تلاش میں دیکھ پیا
ہم کتنے کالے کوس چلے
بنجر ہے سب بنجر ہے
مینڈا اں یار ملا دے سائیاں
اک وار ملا دے سائیاں
میں نے پوٹا پوٹا فلک چھانا
میں نے ٹوٹے ٹوٹے تارے چنے
تاروں کی چمک یہ صبح تلک
لگتی ہی نہیں پل بھر کو پلک
سائیاں۔۔۔سائیاں۔۔۔
میں نے پوٹا پوٹا فلک چھانا
میں نے ٹوٹے ٹوٹے تارے چنے
صرف ایک تیری آہٹ کے لیے
کنکر، پتھر، بت سارے سنے
ہن میرے تے رسوائیاں

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

میںڈاں یار ملا دے سائیاں

اک وار ملا دے سائیاں

بنجر ہے سب بنجر ہے

ہم ڈھونڈنے جب فردوس چلے

تیری کھوج تلاش میں دیکھ پیا

ہم کتنے کالے کوس چلے

آ دیکھ میری پیشانی کو

تقدیر کے حرفے لکھے ہیں

پیروں کے نشاں جب دیکھے جہاں

سو بار جھکایا سر کو وہاں

میں کتنی بار پکاروں تجھے

تیرے نام کے صفحے لکھے ہیں

(گلزار)

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

نوٹ: عشق نامہ پاک سوسائٹی کے لیے لکھی گئی خصوصی تحریر ہے۔

پہلا حصہ

اس کے خوابوں میں سفید پھول تھے ان کی سگند میں پھدکتے ننھے ننھے خرگوش اور خوبصورت سفید بھیڑیوں کا ایک جھنڈ اور نیلی آنکھوں والا ایلفا، ایک سرمئی گھوڑے کی ٹاپ جس کی پیشانی پر سفید چاند تھا، کہیں دور بہتے جھرنے کا احساس، آسمان تک بلند ہوتی ذرہ اور تلوار کے چلنے کی دھندلی سیمیں جھلک، ایک سیاہ فام ایتھلیٹ جس کے قدموں میں برق تھی۔اسے روٹی کے جلے کنارے کھانا اچھا لگتا تھا، کارپٹ کے پرنٹ میں شکلیں ڈھونڈنا، اوریو کھانا۔ وہ اداس ہوتی تو بھی نارمل ہی لگتی تھی کیونکہ وہ ہمیشہ اداس رہتی تھی۔ گلیوں میں بے مقصد چلنا۔۔۔ چلتے چلتے اور اتنا تھک جانا کہ واپس بمشکل پہنچنا اس کی ویک اینڈ کی تفریح تھی۔

یہ اس کائناتی برس کے آخری مہینے کا آخری دن ہے، آخری دن کا آخری گھنٹہ اور آخری گھنٹے کا آخری سیکنڈ۔۔۔اور اگلے کائناتی برس کو انسان خوش آمدید کہے گا یا نہیں یہ ہم نہیں جانتے۔ یہ اس کائناتی برس کا آخری مہینہ، آخری گھنٹہ، آخری منٹ اور آخری سیکنڈ ہے جب بہت سے ممالک کو ان کی زمین میں قدرتی زخائر کی فراوانی کی وجہ سے خانہ جنگی میں رکھا جا رہا ہے، سلیمانی تخت کے خواب دیکھتی کچھ

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

آنکھیں ہیں، کچھ فقط ایک خطے کو بس میں کرنا چاہتی ہیں، کچھ کسی ایک فرقے کو، کوئی ایک انسان کے دل کو۔۔۔ جب آلودگی سے زمین اور سورج کے درمیان حائل پردہ چاک ہو رہا ہے۔۔۔ شہد کی مکھیاں اور جگنو ختم ہو رہے ہیں، ریچھ، شیر اور بھیڑیوں کے وجود پر ہمیشگی کی موت کے سائے منڈلا رہے ہیں، کوئی کہتا ہے خدا نہیں ہے، کوئی کہتا ہے، ہے پر لا تعلق ہے، کوئی کہتا ہے لا تعلق نہیں ہے تب جب جانوروں کے ذریعے اکثر قدرت انسان کو محبت کا درس دیتی نظر آتی ہے۔۔۔ ایک بڑے ابدی پیانو پر پرندہ بیٹھا ہے، وہ اس پر سبک رفتاری سے اپنے پنجوں کے بل چلتا ہے اور تب زندگی اور موت کا مدھم مدھم سُر پیدا ہوتا ہے۔۔۔ اُس وقت جبکہ کائناتی گھڑی وقت بتاتی ہے کہ یہ کائناتی برس کا آخری مہینہ، آخری گھنٹہ، آخری منٹ، آخری سیکنڈ ہے کشمیر کے شہر میرپور میں ایک قدیم گلی ہے جس کی نکر میں بنے گھر میں نور موجود ہے۔ اس وقت وہ اپنے پاؤں سمیٹے کرسی پر بیٹھی ہے اس کو وہاں بیٹھے گھر کا وسیع لان نظر آتا ہے جس میں ہر قسم کی کھمبی اگی ہوئی ہے جادوئی سفید رنگ چھتری نما، چمنی نما، گلابی دہکتی ہوئی، گیند نما، سینگ نما، صدف نما، کھر جیسی دکھتی، مرجان جیسی، شہد کی مکھیوں کے چھتے جیسی۔ وہ گھر کا حصہ نہیں کسی ماورائی دنیا کا خطہ محسوس ہوتا ہے وہ اکثر وہاں ایلیس کو چلتے پھرتے اور بونوں کو ایک دوسرے کے پیچھے بھاگتے محسوس کرتی ہے۔ وہ اتنا ہی خوبصورت لان ہے۔۔۔ اتنا ہی جادوئی کہ کوئی بھی سحر زدہ ہو جائے اور اس نے اکثر سوچا ہے کہ شاید واقعی وہاں کوئی سوراخ ہو جو نیچے پاتال میں جاتا ہو جہاں ایک طلسماتی دنیا آباد ہو۔ جہاں وہ سبز سنڈی ہو جو مشروم پر رینگتی ہو، ایک بلی ہو جو کہتی ہو یہاں سب بہکے ہوئے ہیں، جہاں وقت کو قتل کر دینے کے جرم میں کسی کے پل رک چکے ہیں۔۔۔

"It's always tea time. یہاں ہمیشہ چائے کا وقت ہے۔"

جہاں میڈ ہیٹر کے بقول ہر اچھا آدمی تھوڑا بہکا ہوا ہوتا ہے۔ ہاں اگر اسے وہ سوراخ نظر آ جاتا تو وہ ضرور اس پاتال میں جا اترتی وہ جادوئی مشرومز کھا کر مگر اس طلسماتی دنیا کے کردار تو اکثر اس نے باہر

زمین پر بھی چلتے پھرتے دیکھے تھے۔۔۔
اور اس وقت وہ یہ نہیں سوچ رہی تھی وہ ایک شدید نوعیت کے مسئلے میں الجھی ہے اور اس لان کو تکتی ہے جسے یہ روپ اس کے کزن صائم نے دیا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

چودھویں کا چاند اور لان میں لگے روشنی کے قمقمے پانی میں بنتے دائروں کے ساتھ اس وقت رقص میں تھے۔نور نے انگلی روشنی کی سطح پر رکھنی چاہی تھی۔
"رکو۔" ولید دبی دبی آواز میں چیخا تاکہ آواز اندر نہ جائے۔
اس نے ڈر کو ہاتھ پیچھے کھینچا۔اس سے پہلے کہ اس کی آنکھوں میں آنسو ابھرتے ولید نے اس کا ہاتھ تھاما۔اور اپنے ساتھ اسے جھکایا۔دونوں گھٹنوں کے بل لان میں جمع شدہ پانی پر جھکے تھے۔دادا اندر باورچی خانے میں کیک بنانے میں مصروف تھے اور صائم ٹیسٹ کی تیاری کر رہا تھا ورنہ اس وقت ان کا اس طرح یہاں ہونا ناممکن تھا۔آج ولید کی آٹھویں سالگرہ تھی اور اسی کی تیاری میں دادا صبح سے جتے تھے۔
"وہ دیکھو۔" اب اس نے انگلی سے اشارا کیا۔نور نے دیکھا وہاں کئی ننھے منے سے ٹیڈ پولز ادھر ادھر دوڑتے پھر رہے تھے۔
"واؤ۔اب تو یہاں بہت سارے فروگز پیدا ہو جائیں گے۔" اس نے غور کرتے ہوئے اپنے ہم عمر کزن کو دیکھتے ہوئے سرگوشی کی تھی۔
"ہنہ۔۔۔ہمیں کچھ کرنا ہو گا۔"
"کیا؟" نور کو سمجھ نہیں آئی تھی کہ کیوں۔
"میں کل ان سب کو بوتل میں ڈال کر چشمے میں چھوڑ آؤں گا نہیں تو یہ سب سورج کی روشنی کی وجہ سے مر جائیں گے پانی خشک ہو جائے گا۔" نور نے سر ہلایا۔

صنوبر کے گہرے سبز سایوں کے پیچھے چھپے ستارے مسکراتے ہوئے ان کی گفتگو سنتے تھے۔

اتنے میں دادا کی پکار ان تک پہنچی تھی۔ دونوں کپڑے جھاڑتے اندر بھاگے۔

"ہیپی برتھ ڈے ٹو یو۔۔۔ہیپی برتھ ڈے ٹو یو۔۔۔ مے یو ہیو مینی مور۔۔۔"نور اور صائم لہک لہک کر دادا کے ساتھ گنگنا رہے تھے۔لیونگ روم کونے میں جلتے برنر کی روشنی میں نارنجی ہو رہا تھا اور عین وسط میں ولید چھری سے بری طرح کیک کو زبح کرنے میں مصروف تھا جو ابھی ابھی دادا نے دن بھر کی محنت کے بعد تیار کیا تھا۔ کیک کاٹنے کے بعد اس نے پر تجسس نگاہ سب پر ڈالی۔ اگلے کچھ لمحوں میں سب تحفے لیے اس کے سامنے حاضر تھے۔ دادا نے ماریو گیم، صائم نے پین اور نور نے چوکلیٹس۔

اس کے چہرے پر کھلتی ہنسی کو نگاہوں میں بھرتے دادا نے آنکھوں میں ابھرتی نمی کو صاف کیا اور اس کو سینے سے لگا کر ماتھے پر بوسہ دیا۔نور بھی فوراً آ کر چپکی تھی وہ کسی صورت ولید اور صائم کے لیے امتیازی سلوک برداشت نہیں کرتی تھی۔

دادا نے اس کو بھی خود سے لپٹا لیا۔ جبکہ صائم سامنے کھڑا ان کی تصویر لے رہا تھا۔

اس وقت وہ چاروں اک سنہرے پل میں کھڑے ہیں جو بلبلے کی زندگی جتنا ہے۔ اس لاؤنج میں لکڑی کی شیلف جو چھت کے ساتھ ہے خاص دیودار کی ہے اور ان میں پڑی قدیم زمانے کی کتابیں جو پشتوں سے دادا تک چلی آئی ہیں اور جدید دور کی کتب نفاست سے سجی ہیں۔ ان میں شجرۃ الکون، فتوحات مکیہ، حکایات عطار، سیف الملوک، ہیر، کاسموس، آ پیل بلیو ڈاٹ، کلیات اقبال، دیوان غالب، شیکسپیئر کے ڈراموں کا مجموعہ، کافکا کی کہانیوں کے ترجمے، میر کا مجموعہ شاعری خوشبو بکھیرتا ہے۔قدیم طرز کے ہلکے سرمئی صوفے اور بھاری میز اور بڑے بڑے روغنی گلدان ماحول کو سوگواری سی بخشتے ہیں۔۔۔ مگر شاید یہ سوگواری اس گھر سے اٹھنے والے چار جنازوں کی ہے جو اس گھر کی ہر چیز میں بسی ہوئی ہے۔ اس سوگواری کی باس گھر کی دیواروں اور ستونوں سے اٹھتی ہے یہاں کے مکین اس باس کے عادی ہیں جبکہ باہر سے

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

آنے والا اس کو شدت سے محسوس کرتا ہے۔

صائم اس وقت نویں جماعت میں ہے۔ اس کے لیے ماں باپ کھو دینے کا دکھ ولید اور نور سے کہیں زیادہ صبر آزما ثابت ہوا ہے ایک وجہ باشعور ہونا اور دوسری وجہ اس حادثے میں اس کی ٹانگ میں نقص پیدا ہونا ہے۔

"اوہ مجھے بھول گیا آج تو صفیہ کا خط آنا تھا۔" دادا نے پیٹ تک آتی سفید ریشمی داڑھی کو انگلیوں سے سلجھاتے ہوئے صائم کو مخاطب کیا تھا۔

ان کی نیلی آنکھوں میں بہن کی محبت کا عکس چمکا تھا۔

۔"میں دیکھتا ہوں۔" صائم مخصوص انداز میں لڑکھڑاتا باہر پوسٹ باکس چیک کرنے گیا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

۳ دسمبر ۲۰۱۸

"پتا نہیں تمہیں یہ خط کتنے دن بعد ملے گا، ملے گا بھی یا نہیں۔" دو شفاف نمک بوندیں سطر کے آخری لفظ پر گری تھیں۔ اس نے انگوٹھے کی پور پر ساری پھیلی سیاہی اٹھالی تھی اور دھیرے سے پور کو چاٹا تھا۔

"نہیں جانتا پچھلے خطوط کا کیا بنا مگر دل کہتا ہے کہ یہ تم تک پہنچ رہے ہیں۔ میں کیمبرج آیا تھا کتنی دیر اُس بند دروازے کے باہر بیٹھا رہا یاد نہیں۔ تم نے مجھے بہت دکھ دیا ہے۔۔۔ اتنا شدید کہ کبھی کبھی دل چاہتا ہے کہ تم میرے سامنے ہوتی تو کھینچ کر دو تھپڑ لگاتا تمہیں اور یقین جانو اگر دادا آج زندہ ہوتے تو وہ بھی یہی کرتے۔"

اس نے خط سے نظریں ہٹا کر سامنے پھیلے برف منظر کو دیکھا تھا۔ سامنے اوپر تلے ہاسٹل کے دو کمرے اس کے ٹیرس سے نظر آتے تھے اکتیس اور بتیس نمبر۔ اس کی آنکھیں خشک تھیں مگر منظر دھندلا

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com
https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

تھا۔اس نے ان سطروں کو جو ہر چند مہینے بعد اس تک پہنچتی تھیں ہاتھوں کی خوشبو میں قید کیا اور شال کو دوسرے ہاتھ سے مزید پھیلاتے ہوئے شیڈ سے نکل کر گرل تک آگئی۔ برف باری ابھی تک ہو رہی تھی برف اس پر گرنے لگی تھی اس نے خود کو برف میں دفن ہو جانے دیا۔اس کی یہی سزا تھی آج کی رات۔

یہاں سے ہزاروں میل دور اس کے گھر کے قریب موجود قبرستان میں ایک قبر پر اترتی دھند کی نمی اور ٹھنڈک اس قبر کے مساموں سے اندر داخل ہو کر اس میں موجود استخواں کو ٹھنڈا کرتی تھی۔۔۔ اور اس کے گھر میں ایک انسان بدروح کی مانند بھٹکتا پھرتا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"یاہو۔۔۔" عبدل نے چھکا لگاتے ہی رقص کرنا شروع کیا تھا۔

"لکھو۔" صائم کو منجمد کھڑا دیکھ کر وہ رقص کے دوران ہی چیخا تھا۔صائم جو سکور لکھتے ہوئے شدید بیزار ہو رہا تھا اس نے غصے سے چاک زمین پر پھینکا بورڈ کو ٹھوکر مارتا ہوا گراؤنڈ سے نکل آیا۔عبدل اس کے پیچھے آیا تھا مگر باقی لڑکوں کی چیخ و پکار پر اسے واپس پلٹنا پڑا میچ ابھی جاری تھا۔

سکول سپورٹس ڈیز صائم کا پسندیدہ ترین وقت ہوا کرتا تھا والی بال کی جس ٹیم میں وہ ہوتا اس کا ہارنا ناممکن مانا جاتا اور اب اسے صرف سکور لکھنے کے لیے رکھا جاتا تھا۔ کبھی کسی گیم میں کبھی کسی گیم میں۔وہ لنگڑاتا ہوا چلتا گیا، غصے میں بڑبڑاتا خالی کلاس روم میں چھٹی تک بیٹھا رہا۔

"یہ کیا ہوا ہے؟" چھٹی کے وقت نور کو بس پر چڑھاتے ہوئے اس کے ماتھے پر نیل نظر آیا تھا۔

"عرشیہ نے چیئر کھینچ دی تھی۔" اس نے منہ بسورا۔

"But why?"

ولید دوسرے بچوں کے ساتھ اچھل کر بس پر چڑھا تھا۔

"I think she is jealous...because of my grades"

(شاید وہ میرے اچھے نمبر آنے کی وجہ سے حسد میں ہے۔) نور نے سوچتے ہوئے توجیہ پیش کی تھی۔

"کل تم بھی بھی اس کی چیئر کھینچنا۔" ولید کو شدید برا لگا تھا سیٹ پر اس کے ساتھ بیٹھتے ہوئے بولا جبکہ صائم ان کی طرف سے مطمئن ہو کر پچھلی سیٹ پر آ بیٹھا اس کے لیے دن بدن ہر چیز سوگوار ہوتی جا رہی تھی، اپنے معنی کھو رہی تھی۔ پڑھائی، مستقبل اور زندگی۔ اس پل اسے اپنے ماں باپ ہنستے، کسی بات پر مذاق کرتے بس کے شیشے کے باہر نظر آئے تھے۔ وہ یکدم باہر نکلنے کے لیے اٹھا اور دوسرے پل شعور کی لہر پیدا ہوئی وہ واپس سیٹ پر گرا تھا۔

دور آسمان پر گدھ دائروں میں گھومتے ہیں، جانے کس کا طواف کرتے ہوئے اجل کا پیغام لکھتے ہیں۔۔۔ اجل کا پیغام لکھتے ہیں۔

وہ گھر پہنچے تو دادا، کام والی ماسی، چوکیدار سب لاؤنج میں جمع تھے۔۔۔ ان کے چہرے اس پل دیکھنے والے تھے۔۔۔ انڈیا پاکستان کا میچ آخری مراحل پر تھا۔ نور آتے ہی دادا کی گود میں چڑھ گئی ۔۔۔ ولید نے بھی بستہ وہیں پھینکا اور صوفے میں دھنس گیا۔

صائم نے وہاں دروازے پر کھڑے ہو کر اس سارے منظر کو دیکھا تھا ابھی کی تو بات لگتی تھی حالانکہ ابھی کی بات نہیں تھی۔۔۔ یہاں یہی منظر تھا مگر تب ماں بابا زندہ تھے۔۔۔ وہ یہیں بیٹھے تھے۔۔۔ یونہی پرجوش تھے۔ ماسی اور چوکیدار بھی یونہی کھڑے تھے۔

انگلینڈ اور پاکستان حریف تھے۔۔۔ کرکٹ ورلڈ کپ فائنل ۱۹۹۲۔ عمران خان کی بال پر رچرڈ السنگورتھ آؤٹ ہوا تھا رمیز راجہ نے کیچ پکڑا تھا۔۔۔ فتح نے خوشی کی برق لہریں یکدم پورے ملک میں دوڑا دی تھیں، لوگ سڑکوں پر نکل آئے۔ وہ سب بھی باہر نکلے تھے۔ اس کے سب دوست باہر جمع تھے اور اسے بلا رہے تھے۔ لڑکے رقص کر رہے تھے۔ وہ ان کے ساتھ رقص میں شامل ہو چکا تھا۔۔۔ اتنے قد

آور لڑکوں کے درمیان بار بار وہ چھوٹا سا بچہ گم جاتا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

سبز خوشبو کی وادی میں وہ نیل رنگ بہتا تھا جس کے کنارے وہ دونوں کھڑے تھے سورج غروب ہونے میں وقت تھا ابھی۔ولید نے وہاں پہنچتے ہی جلدی سے اس روغنی مرتبان کا ڈھکنا کھولا جو درجہ حرارت میں کمی کے باعث برف کی طرح ٹھنڈا تھا اور اسے چشمے پر الٹا دیا سارے ٹیڈ پولز دھڑکتے پانی میں بہہ گئے۔

"یو سیو دیم۔" نور کو اس پر فخر ہوا تھا۔

وہ دونوں واپسی کے لیے مڑے یہ مختصر کچا راستہ تھا جو ان کے گھر سے اس چشمے تک آتا تھا۔ولید نے ایک ہاتھ سے مرتبان تھام رکھا تھا اور دوسرے ہاتھ سے نور کا ہاتھ۔

"واؤ۔۔۔وہ دیکھو۔" نور کی نظر سنہری کرنوں میں اڑتے پرندوں پر جا ٹھہری تھی۔دونوں تھم گئے پرندوں کے پر کرنوں کے گزرنے سے چمک رہے تھے،پروں کی پھڑ پھڑاہٹ اور ان کی آواز وادی میں رقص کر رہی تھی۔حرکت اور آواز کا ردھم اور دائروں میں رقص کیا کچھ ہے جو موجود ہے مگر دکھائی نہیں دیتا سمجھ میں نہیں آتا۔نور ان کچھ پلوں میں ساکت ہو گئی تھی اور اگر ولید اسے کھینچ کر ہوش کی دنیا میں نہ لاتا تو شاید ساکت ہی رہ جاتی۔

واپس پہنچتے ساتھ ہی دادا کی طرف سے ہوم ورک کرنے کا حکم ملا تھا۔گھر کا سارا کام ماسی سلطانہ کر کے جاتی تھی،پشتوں سے ان کا خاندان یہاں ان کے خاندان میں ملازم رہا تھا۔ابھی بھی ان کے رشتے داروں کے ہاں ان کے خاندان کے چیدہ چیدہ لوگ کام کرتے تھے اور کام نہیں بھی کرتے تھے تو ہر کچھ ماہ بعد حاضری دینے ضرور آیا کرتے تھے۔تو ان کی گھریلو ملازم ماسی سلطانہ اور اس کی بیٹیاں تھیں، چوکیداری اور باہر کا کام بھی اسی کا بیٹا کرتا تھا۔کھانا وہ معاملہ تھا جس کو دادا نے کسی کے سپرد نہیں کیا

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

تھا۔ کھانا بہوؤں کی وفات کے بعد سے دادا خود بنا رہے تھے اور اس وقت وہ وہیں مصروف تھے۔

"کہاں سے آ رہے ہو۔" صائم جو میتھ کے سوالوں میں الجھا ہوا تھا ان کے مٹی سے بھرے جوتے دیکھ کر بولا۔

"چشمے۔۔۔" نور نے ایک لفظ بولتے ہی منہ پر ہاتھ رکھا کیونکہ یہ اس کا اور ولید کا سیکرٹ (راز) تھا۔ ولید اسے آنکھیں دکھا رہا تھا۔

صائم نے تاسف سے سر ہلایا۔

"دونوں پاؤں دھو جا کر پھر پڑھنے بیٹھو۔" حکم دیتے ہوئے وہ واپس کتاب پر جھک گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد دونوں بستے لیے لیونگ روم میں داخل ہوئے تھے۔

"بستے یہاں رکھو اور پاؤں خشک کر کے آؤ۔" صائم نے کتابیں سمیٹتے ہوئے دوسرا حکم دیا۔ جب وہ ہوم ورک کے لیے کتابیں کھول رہے تھے صائم دادا کے ساتھ باورچی خانے میں مدد کروانے جا چکا تھا۔

"یہ کہاں سے لی؟" ابھی نور نے انگلش کی کاپی اور پنسل نکالی تھی کہ اس کی سٹار والی پینسل ولید نے ہاتھ میں لیتے ہوئے پوچھا۔

"میری نئی دوست بنی ہے اس نے دی ہے۔" نور نے سرگوشی میں کہتے ہوئے ولید سے پنسل واپس چھینی۔

"دادا کو مت بتانا۔" دادا کو دوستوں سے اس طرح چیزیں لانے پر سخت اعتراض ہوتا تھا۔

"نہیں بتاتا۔۔۔" مگر اس نے فکرمند لہجے میں اس سے کہا تھا۔

"تم مجھ سے وعدہ کرو کہ چاہے تمہاری کوئی دوست تمہیں کتنے پیارے اور اچھے تحفے دے بیسٹ فرینڈ تم میری ہی رہو گی۔"

"وعدہ۔" نور کہتے ہوئے ہوم ورک کھولنے لگی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"آج شام فری ہیں تو کافی پیتے ہیں۔" ہالڈن نے اپنے سنہرے بالوں میں انگلیاں چلاتے بڑی امید سے کہا تھا۔

"نہیں آج تو میں فری نہیں ہوں۔" نور نے اس کی یہ نویں آفر ٹھکرائی تھی۔ جملے اور ٹون میں کوئی ردوبدل نہیں تھا ایک سی بے حسی۔

رات وہ وہاں ٹیرس میں ہی کرسی پر سو گئی تھی۔ آنکھ کھلی تو برف باری رک چکی تھی مگر سورج نے آج ابستومانی میں نکلنے سے انکار کر دیا تھا۔ کمرہ ویسے ہی خاموشی کی بکل مارے اسے تکتا تھا جب سے وہ یہاں آئی تھی تب سے۔ اس نے ٹیرس کا دروازہ بند کر کے سارے پودوں کو پانی دیا جو اس کے ساتھ گہرے خاموشی کے سمندر میں سانس لیتے تھے۔

الماری سے کپڑے نکالنے سے پہلے وہ کچھ دیر ساکت بستر پر بیٹھی رہی۔ اندھیرے میں شیشہ اس کا واضح عکس دکھانے سے قاصر تھا۔

"واپسی ناممکن ہے۔۔۔ زندگی میں کچھ مقام ایسے ہوتے ہیں جہاں سے واپسی ناممکن ہوتی ہے۔" وہ اٹھی کپڑے نکالے اور شاور لینے چلی گئی۔

اور یہاں اسے ہالڈن تکتا تھا سفید منظر میں ہوا کی ہولناک اداسی میں۔۔۔ وہ آبزرویٹری میں داخل ہوئی تو اس کے بالوں اور پلکوں پر اور کپڑوں پر ہلکی ہلکی برف ٹھہری تھی جس کا مطلب تھا وہ آتے ہوئے درختوں، پودوں کو چھیڑتی آئی ہے۔ وہ دھیمے سے مسکرایا تھا۔

ہوا میں بلبلہ تیر رہا تھا محبت کا شاید۔ وہ اس کے لیے عجیب سے احساسات رکھتا تھا اس سے مل کر ہالڈن کو ہمیشہ لگتا کہ وہ اس کی گہری دوست ہے یا ہو سکتی ہے شاید اس سے ملنے والے ہر شخص کو ایسا ہی لگتا ہو وہ سوچتا، ایک گہری کشش تھی اس میں۔ اس نے کبھی اپنے متعلق زیادہ نہیں بتایا تھا مگر اسے ایک

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

عجیب جذباتی ہمدردی محسوس ہوتی تھی۔

اس کی ہیزل آنکھیں اور بال اسے آزر بائیجان کے کسی قدیم خوشبودار قہوہ خانے کی یاد دلاتے تھے اور آواز قدیم چوگور کی موسیقی کی، وہ چلتی تھی تو جھونکا سا لگتی تھی۔اس کے انکار پر ہمیشہ کی طرح اس نے برا محسوس کیا تھا مگر ہمیشہ کی طرح ہی ظاہر نہیں کیا۔

"آج تو آپ کا لیکچر ہے سٹوڈنٹس کے ساتھ۔" وہ کہتے ہوئے اس کے ساتھ اندر ہال میں داخل ہوا تھا۔

"جی۔" اس نے کہتے ہوئے سامنے کھڑے کولیگز سے باری باری ہاتھ ملایا جو اس وقت تبلیسی میں ہونے والے ایک ایونٹ کی تیاری میں مصروف تھے۔

وہ کیبن میں داخل ہوئی جو اس کا ہالڈن اور اولیویا کا مشترکہ تھا۔اولیویا فربہی مائل، برف رنگت کی ایک خوبصورت گرجستانی اپسرہ تھی ۔۔۔وہ اس کی صرف کولیگ نہیں بہترین دوست بھی تھی ۔۔۔دونوں سے اس کی واقفیت اور دوستی کو مختصر عرصہ ہوا تھا مگر رشتہ گہرا تھا۔دوستی صرف خلوص سے مشروط ہے وقت سے نہیں اس نے اولیویا اور ہالڈن سے مل کر جانا تھا اگرچہ اسے ایک گریز دونوں سے رکھنا ہوتا تھا کہ کسی نے اس سے وعدہ لیا تھا کہ وہ کسی اور کی بیسٹ فرینڈ نہیں بن سکتی۔اسے یہاں کام کرتے تین سال کا عرصہ گزر چکا تھا جب ان دونوں نے آگے پیچھے آبزرویٹری جوائن کی تھی۔

کمرے میں سامنے دیوار پر نسب بڑی سکرین پر سیٹلائٹ کے ذریعے کینس میجر کا جھرمٹ دکھایا جا رہا تھا۔جس میں وہ روشن ستارا بھی تھا جس کی کہانی دادا اسے سنایا کرتے تھے۔اس نے قریب جا کر دھیرے سے انگلی کی پور سے اسے چھوا۔۔۔

"شعرٰی۔۔۔نجم"

"شعرٰی۔۔۔ناجیم۔۔۔" ہالڈن نے اس کے لفظ دہرائے۔

"عربی میں سٹار کو نجم کہتے ہیں۔"

"اور پیلیڈس (خوشہ پروین، سات ستاروں کا جھرمٹ جو کہ برج ثور میں ہے) اس کے عرب اتنے دلدادہ تھے کہ اس جھرمٹ کو وہ نجم کہتے تھے ویسے اسے ثریا بھی کہا جاتا ہے۔"

وہ اپنی کرسی سنبھالتے ہوئے بولی تھی۔اس کو بچوں کو آج دینے والا لیکچر ایک نظر دیکھنا تھا۔

اتنے میں اولیویا بھی آگئی تھی اس کے گال پر بوسہ دیکر اس نے بھی اپنی کرسی سنبھالی۔

جبکہ ہالڈن ناشتے کے طور پر اپنے لیے سینڈوچ اور کافی آرڈر کر کے اولیویا کے سامنے آ بیٹھا۔

"کل گروپ میں میں نے ایک آرٹیکل شیئر کیا تھا۔۔۔" اولیویا نے مارس کی تازہ تصویریں منتخب کر کے پرنٹر آن کیا۔

"پودوں والا؟" ہالڈن پیپر ویٹ گھماتا ہوا بولا تھا۔

"ہنہ۔۔۔وہی۔"

"جس میں تحقیق پیش کی گئی ہے کہ پودے آپس میں گفتگو کرتے ہیں جیسے ہم لوگ انٹرنیٹ کے ذریعے رابطہ کرتے ہیں ان کی گفتگو یا اپنا پیغام پہچانے کا ذریعہ فنگس ہے۔" اولیویا اب پرنٹر کے پاس کھڑی تھی۔

"مجھے لگتا ہے آہستہ آہستہ ہم ہر چیز کی ہر بے جان شے کی گفتگو سننے پر قادر ہو جائیں گے۔"

"بے جان اشیا کی رائے۔ از انٹ امیزینگ۔" ہالڈن نے لطف لیتے ہوئے کہا۔

"دنیا اینیمیٹڈ لگنے لگے گی۔"

"اور کیا پتا آسمان پر ستارے بھی آپس میں گفتگو کرتے ہوں۔" یہ نور تھی۔

"مجھے یقین ہے کرتے ہوں گے۔" اولیویا نے اتفاق کیا۔

"عورتیں کسی بھی فیلڈ میں ہوں جیتی وہ جذباتی کہانیوں میں ہی ہیں۔" ہالڈن نے تاسف

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

سے دائیں بائیں سر ہلایا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"Hey man can you take a photo of us?"(کیا آپ ہماری ایک تصویر کھینچ دیں گے؟)دور پہاڑوں میں سورج کے غروب ہونے کے آثار پیدا ہو رہے تھے۔وہ کافی دیر سے ایک ہی انداز میں بیٹھا پہاڑوں کو ہولے ہولے سایوں میں تبدیل ہوتے دیکھ رہا تھا کہ یہ آواز آئی تھی اس نے مڑ کر دیکھا۔

مخاطب تھوڑا سا جل ہوا تھا اس کا حلیہ دیکھ کر۔بھورے الجھے ہوئے بال جیسے کئی دنوں سے کنگھی نہ کی ہو، کپڑے جو کہ شاید مٹی پر بیٹھنے کے باعث گدلے ہو رہے تھے، سرخ آنکھیں اور ایک ہاتھ میں سگار جس کی بو اتنی سخت تھی کہ دور سے بھی برداشت نہیں ہو رہی تھی۔ہاتھوں میں کچھ بوسیدہ سے کاغذ لیے اس ہنی مون کپل کی طرف دیکھتے ہوئے وہ ہوش میں نہیں لگا تھا ان کو۔

"نور۔" اس کے ساتھ کھڑی لڑکی کو دیکھتے ہوئے اس کے لب ہلے۔

"کیمرہ دیجیے۔" پھر سر جھٹک کر اس نے ہاتھ آگے بڑھایا۔

اس کے مہذب انداز اور گفتگو سے پچھلا تاثر غائب ہوا تھا۔لڑکے نے اسے موبائل تھمایا تھا۔

خاموشی کی سلطنت میں ایک ہلکے سے کیمرہ کلک کی آواز گونجی تھی۔

"تھینکس مین۔" موبائل واپس کرتے ہوئے اسے دھندلی سی آواز سنائی دی۔اس نے سر ہلایا چہرا ان کی طرف سے پھیر لیا۔وہ دونوں کب کے جا چکے تھے جبکہ وہ یونہی کھڑا تھا جیسے اسے یونہی کھڑے رہنا تھا۔

دور کسی چیل کی آواز سے اسے کچھ دیر بعد ہوش آیا تھا۔اس نے سگار بجھایا اور واپسی کا راستہ ناپا۔وہ کراچی میں ایک آئی ٹی کمپنی میں کام کرتا تھا ہر چند مہینے بعد یہاں آیا کرتا تھا۔۔۔

گھر پہنچتے اسے رات ہو گئی تھی گیٹ کھول کر گھر میں داخل ہوتے ہی اس نے لان میں لگے سارے بلب آن کر دیے جیسے دادا کیا کرتے تھے۔ گھر میں مخدوش کر دینے والی ویرانی تھی کربناک تنہائی اور اتنے عرصے میں اتنا تو ہوا تھا کہ وہ اس کرب کو سہنے کا عادی ہو چکا تھا۔ اندر کا دروازہ کھول کر لیونگ روم کی تنہائی میں مخل ہوا تھا۔ سب چیزیں چپ چاپ اپنی جگہ پر تھیں جیسے ہمیشہ سے ہوتی تھیں۔ اب نہ دادا تھے نہ نور نہ صائم مگر وہ تھا۔

اسے نور قالین پر بیٹھی کتابوں کے ڈھیر کے درمیان نظر آئی۔ یہ پہلی دفعہ تھی جب کچھ دیر کے لیے اس کا دل اس پر ٹھہر گیا تھا۔

اس نے بال سارے باندھ کر جوڑا کر رکھا تھا۔ بہت لمبی اور دبلی پتلی ہوا کرتی تھی کسی درخت کی ٹہنی کی مانند وہ بیڈ منٹن کلب سے واپس آیا تھا ابھی ابھی سب امتحان سے فارغ ہوئے تھے راوی چین ہی چین لکھتا تھا۔ پچھلے سال تک وہ بالکل بچے تھے اور یکدم ایک سال میں انہیں لگنے لگا تھا انہوں نے شعور کی جانے کتنی منازل طے کر لی ہیں۔ نور دادا کے ساتھ کچن میں ہاتھ بٹانے لگی تھی ماسی کا کام اس کو اکثر پسند نہیں آتا تھا سائیکل چلاتے وقت بھی دوپٹہ کس لیتی تھی صائم نے آرٹ سکول جوائن کر لیا تھا اور اب فیکٹری کے حساب کتاب چیک کرنے اکثر دادا کے ساتھ جایا کرتا تھا اور وہ خود بھی تبدیل ہوا تھا مگر نور اور صائم جتنا نہیں۔

"چلو سائیکلنگ کرتے ہیں۔" ولید نے خود سے پریشان ہوتے ہوئے اسے مخاطب کیا جواب کھڑی ہو کر ساری کتابیں شیلف میں سجا رہی تھی۔

"دو منٹ۔۔۔ بلکہ ادھر آؤ یہ رکھواؤ میرے ساتھ۔" وہ اس کی کیفیت سے بے خبر بولی تھی۔

وہ اس کے ساتھ کتابیں رکھوانے لگا۔

عکس یکدم تحلیل ہوئے تھے۔ اس نے کپڑے تبدیل کیے اور باورچی خانے میں آکر دوپہر کا بچا

سالن روٹی گرم کی جو ماسی کی بیٹی صبح پکا کر گئی تھی۔ٹی وی پر "آرِور رنز تھرو اٹ"

(A River Runs through it)

دیکھتے وہ وہیں برتن زمین پر رکھ کر سو گیا تھا۔

"وہ تمام لوگ جن سے میں نے محبت کی مر چکے ہیں یہاں تک کے جیسی (Jessy) بھی۔"

وہ بوڑھے ہاتھوں سے کانٹے پر پر پتنگا باندھ رہا تھا۔

"اب میں مچھلی کے شکار کے لیے بوڑھا ہو چکا ہوں۔" کیمرہ پیچھے گیا تھا وہاں اس سیاہ دریا کے پانی بہہ رہے تھے جن پر چاندی کے باریک ریشے تیرتے محسوس ہوتے تھے وہ وہاں کنارے پر کھڑا تھا۔پہاڑوں کا سایہ دریا پر پڑتا تھا۔

"میں اب ان پانیوں میں اکیلا شکار کرنے جاتا ہوں حالانکہ میرے کچھ دوستوں کا کہنا ہے کہ مجھے نہیں جانا چاہیے۔" وہ کانٹے کو ہاتھ سے ہوا میں گھما رہا تھا۔

"پر جب میں اکیلا ہوتا ہوں کینن کی ساری روشنی میرے لیے ہوتی ہے سارا موجود میری روح کے ساتھ ہم آہنگ ہو جاتا ہے اور یادوں کے ساتھ اور سیاہ دریا کا ردھم اور کانٹے کا ردھم اور مچھلی کے لیے امید بندھتی ہے۔"

وہاں سکرین پر دریا بہہ رہا تھا جو اس کے اندر سے گزر رہا تھا۔۔۔

"نور۔۔۔" وہ بے چینی سے بڑبڑایا۔اس نے وہ ٹیڈ پولز سے بھرا مرتبان چشمے پر الٹا تھا وہ پانی کے اندر بہتے چلے گئے تھے۔

"یہاں تک کہ ہر چیز ایک میں گم ہو جاتی ہے۔"

اس نے دیکھا وہ سورج کی روشنی میں اڑتے پرندوں کو دیکھ کر ساکت کھڑی ہے۔ پروں کی پھڑپھڑاہٹ اور ان کی آواز وادی میں رقص کر رہی تھی۔حرکت اور آواز کا ردھم اور دائروں میں

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

رقص کیا کچھ ہے جو موجود ہے مگر دکھائی نہیں دیتا سمجھ میں نہیں آتا۔

"اور اوپر سے دریا گزر جاتا ہے۔"نارمن میکلین کے لفظ، آرنلڈ رچرڈسن کی گھمبیر آواز کمرے میں پھیل رہی تھی۔

"دریا سیلاب میں بچھڑا وقت کے بنیادی پتھروں پر سے گزر رہا ہے اور کچھ پتھروں پر بارش کے وہ قطرے ٹھہرے ہیں جو ازل سے پہلے سے ہیں۔۔۔پتھروں کے نیچے لفظ ہیں اور کچھ لفظ وہاں ہیں۔۔۔میں پانی کے سحر میں مبتلا ہوں۔"

سین مدھم ہوتا جا رہا تھا۔۔۔سکرین پر نام چل رہے تھے اور اس کا ذہن غنودگی میں جا چکا تھا۔

"تیز چلاؤ۔" ولید اس کے اتنا آہستہ سائیکل چلانے پر جھنجھلا گیا تھا۔دورویا درختوں کے درمیان ان کی بچپن سے اس سڑک پر ریس لگتی تھی مگر اب ریس تو دور وہ سائیکل سے کئی بار نیچے اتر جاتی تھی۔اس نے دیکھا تھا وہ سڑک کراس کرتے ہوئے ڈرنے لگی ہے۔

وہ جو پیچھے آ رہی تھی اس نے دیکھا دیودار کا درخت سنہری روشنیوں میں جل رہا تھا۔۔۔ہر چیز سلو ہو گئی تھی سامنے جاتا ولید۔۔۔پتوں کی سرسراہٹ کی آواز، اکا دکا گزرتے لوگ اور اس کے سامنے سے گزرتی گلاب رنگ تتلی۔وہ اس کے پروں کی بناوٹ اور حرکت سلو موشن میں دیکھ رہی تھی اس حرکت سے پیدا ہوتی آواز سن رہی تھی۔

"کیا پرابلم ہے۔" ولید نے رک کر اس کا انتظار کیا تھا وہ پہنچی تو غصے سے بولا تھا۔

"کچھ نہیں۔۔۔کچھ نہیں۔"وہ بڑبڑائی تھی۔

"یہ تم آج کل کیا عجیب و غریب حرکتیں کرنے لگی ہو۔۔۔سائیکل سے اتر کیوں جاتی ہو بار بار۔"

"I feel scared."(مجھے خوف محسوس ہوتا ہے۔)وہ کچھ ہچکچاہٹ کا شکار ہوئی تھی۔

"Why?"

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

اسے حیرانی ہوئی۔

I don't know

"تم دادا کو مت بتانا۔" ہمیشہ کی طرح اس کی بات یہیں سے شروع ہوئی۔

"کچھ عرصے سے میں عجیب سا محسوس کرنے لگی ہوں جیسے میں۔۔۔ میں نہیں ہوں۔ مجھے چھوٹی چھوٹی چیزوں سے ڈر لگتا ہے۔۔۔ میں ان کو سلو موشن میں دیکھتی ہوں۔۔۔ مجھے لگتا ہے کہ میں۔۔۔ میں کسی بھی لمحے مر جاؤں گی مجھے اس احساس سے ڈر لگتا ہے۔۔۔ گھٹن ہوتی ہے۔" اس کے چہرے پر پسینے کے قطرے تھے۔

اسے سمجھ نہیں آرہی تھی اس کی بات پر وہ سن رہا تھا۔ وہ تو یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ اس بات کا کیا جواب ہونا چاہیے۔

"جیسے ماما بابا۔۔۔"

"لیکن وہ زندہ ہیں مگر دوسری دنیا میں۔" بلا آخر ولید کو کچھ سوجھا تھا۔ وہ دونوں اتر کر درخت کی چھاؤں میں آبیٹھے تھے وہیں سڑک کنارے سائیکل پاس گرے پڑے تھے۔

"مگر کیسے۔"

"یہ دیکھو یہ پھول مر گیا ہے کیا یہ دوسری دنیا میں زندہ ہو گا۔" اس نے وہاں گرے ایک پھول کی قبر بناتے ہوئے اس سے پوچھا تھا۔

"پھول انسان نہیں ہوتا اس میں روح نہیں ہوتی۔" ولید کو اس کی دلیل شدید بونگی لگی تھی۔

"مجھے ڈر لگتا ہے کہ میں کہیں جارہی ہوں گی اور اچانک سے کچھ ہو جائے گا اور میں مر جاؤں گی اور مرنے سے پہلے جانے کتنی تکلیف ہوتی ہو گی۔" وہ پھر وہیں آگئی تھی۔

"ایسا نہیں ہو گا۔" ولید نے اسے شاید تسلی دینی چاہی تھی۔

"کیسے نہیں ہو گا ایک دن تو ہو گا۔"

"تو اس دن میں تمہارے ساتھ ہوں گا ہم مل کر جائیں گے پھر تمہیں ڈر نہیں لگے گا۔"

وہ دونوں کپڑے جھاڑتے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

صبح ولید کی آنکھ فون کی گھنٹی سے کھلی تھی۔

"یار تجھے چھٹیاں ہوئی ہوئی ہیں۔" دوسری طرف صائم تھا۔

"ہاں۔" ولید نے جلتی آنکھیں مسلتے ہوئے کہا۔

"تو پھر ادھر میرے پاس کیوں نہیں آیا۔"

"گھر کی یاد آ رہی تھی۔" دوسری طرف کچھ دیر کے لیے خاموشی چھا گئی۔

"میں ترکی جا رہا ہوں۔" کچھ دیر بعد صائم مخاطب ہوا تھا۔

"کب۔۔۔" ولید نے بغیر تجسس کے پوچھا تھا۔

"کچھ دن پہلے ہی ڈیسائیڈ ہوا ہے کالج کی طرف سے۔ ایگزیبیشن میں میری پینٹنگز بھی رکھی جائیں گی۔" صائم نے اس کی بے حسی پر مایوسی سے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"گڈ نیوز برو۔۔۔ استنبول؟۔" ولید نے مبارک دی تھی۔

"ہاں۔۔۔ گڈ نیوز۔۔۔" دوسری طرف اداسی سے جواب آیا تھا۔

"واپسی کب ہے اگلے ہفتے فلائٹ ہے اور پندرہ دن کا سٹے۔ ایگزیبیشن پانچ دن ہیں باقی میں نے گھومنے پھرنے کے لیے رکھے ہیں۔"

"چلیں پھر میں نیکسٹ ہالیڈیز میں آتا ہوں۔"

"تو کیوں نہیں چلتا میرے ساتھ۔"

"مجھے اب کسی چیز میں بھی دلچسپی نہیں ہے۔" ولید نے بے دلی سے کہا تھا۔ صائم نے ایک شکایت

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com
https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com
پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

بھری خاموشی اختیار کی تھی۔

ولید اب اس کا دل رکھنے کے لیے بھی کوئی بات نہیں کرتا تھا۔

"ٹھیک ہے۔۔۔خیال رکھنا۔۔۔اپنا۔"

"رکھتا ہوں۔"

اس نے اٹھ کر شاور لیا اور کافی اور بریڈ لیکر باہر لان میں آگیا۔

وہاں بر آمدے میں وہ چاروں تھے وہ انہیں دیکھ سکتا تھا بارہ سالہ نور دادا کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھی ہوئی اور صائم اور وہ خود ان کے سامنے۔ آسمان ستاروں سے بھرا تھا اور ان ستاروں میں وہ دو ستارے تھے جن کی دادا آج کہانی سنانے والے تھے۔ان کا روز کا معمول تھا رات کو سب بچے دودھ کے گلاس لیے لان میں رکھی سفید کرسیوں پر آجاتے تھے۔دادا لان کی دیوار میں نصب سارے قمقمے جلا دیتے اور سردیوں میں الاؤ بھی روشن کرتے تھے۔ اور پھر وہ سب دادا سے کہانی سنتے، دن بھر کی باتیں کرتے فرمائشیں کرتے، دوستوں کے قصے سناتے۔ صرف بارش میں وہ بر آمدے میں بیٹھا کرتے تھے۔

"دور بہت دور آسمان کی جادو نگری میں ایک شرارتی جن رہتا تھا۔"

سب ہمہ تن گوش ہو گئے تھے۔دیواروں پر نصب سنہرے قمقموں کی روشنی میں جگنوؤں کی ٹھنڈی روشنی گنگناتی تھی۔ دھند کا ہلکا ہلکا سفوف لان پر اتر رہا تھا مگر قریب جلتی آگ وہاں دائروں میں بیٹھے ان چار نفوس پر یہ سفوف نہ اترنے دیتی تھی۔ یہ وقت۔۔۔یہ کہانیاں امر تھیں امر ہونا تھیں۔۔۔ان بچوں کے وجود کے ساتھ۔۔۔

"وہ ستاروں کو تنگ کرتا تھا۔۔۔ کبھی کسی ستارے کا رنگ کسی اور ستارے پر ڈال دیتا۔۔۔کبھی کسی ستارے کی بات دوسرے ستارے کو جا بتاتا۔

ایک دن جب وہ ایسی ہی شرارت میں مصروف تھا ایک ستارا اپنے اندر سمٹتا چلا گیا اور آن کی آن

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com
https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

میں مردہ ہو گیا۔

اس سے پہلے کہ اس ستارے کا دوست شعریٰ اسے جا دبوچتا۔۔۔وہ خود کو چھڑوا کر رتھ پر سوار ہو کر بھاگا۔ شعریٰ نے اس کا پیچھا کیا اس نے دیکھا رتھ دودھیا نہر میں اتر گئی ہے۔ وہ بھی اس کے پیچھے جا اترا اس شریر جن نے اس کو وہیں ایک مدار میں قید کر دیا۔ اس کے پیچھے آتا اس کا بھائی بھی اس جادو کی زد میں آگیا اور دودھیا نہر میں اس کے قریب ٹھہرا رہ گیا۔"

"اور جن بھاگ گیا۔۔۔اس کو اس کی شرارت کی سزا نہیں ملی؟"

"بعض اوقات شریر لوگ ہمیں ہمارے صحیح مقام تک پہچانے کے لیے آتے ہیں۔۔۔اور سزا ۔۔۔ہر ایک کو اپنے عمل کا احوال دیکھنا ہوتا ہے۔۔۔یہ طے کر دیا گیا ہے۔"

دادا نے گہری سانس لی۔

"انگریزی میں شعریٰ کو سیریئس کہتے ہیں۔ یہ دونوں ستارے سیریئس اے اور سیریئس بی کہلاتے ہیں۔" دادا نے ایک ستاروں کے جھرمٹ کا نقشہ نکال کر ان کے سامنے پھیلایا اور پھر سیریئس اے اور بی کے ارد گرد گول دائرے بنائے۔

"ہیری پورٹر میں بھی سیریئس ہے۔۔۔سیرئس بلیک۔" نور پرجوش ہوئی تھی۔ دادا کے دوست نے جو اس کے بھی دوست تھے لندن سے خاص اس کے لیے یہ کتاب بھیجی تھیں۔ صائم نے اس کے گال نرمی سے کھینچے۔

"اردو میں یہ ستارا سگ ستارا کہلاتا ہے اور اس کا جھرمٹ کلب اکبر ہے یعنی کینس میجر۔ کلب عربی میں کتے کو کہتے ہیں۔"

"اور سگ اردو میں کتے کو کہتے ہیں۔" صائم نے اضافہ کیا۔

"افریقہ کے علاقے مالی میں ایک قبیلہ بستا ہے ڈوگون۔ ان لوگوں میں پرکھوں سے فلکیات کا علم

https://paksociety.com https://paksociety.com

منتقل ہو رہا ہے اور ان کو بغیر کسی ٹیکنالوجی کے معلوم ہے کہ سیریئس اے کے ساتھ ایک اور ستارا گردش کرتا ہے جو بیسویں صدی میں دریافت ہوا بلکہ وہ تو کہتے ہیں کہ وہاں ایک تیسرا سیارہ بھی موجود ہے جو ابھی تک دریافت نہیں ہوا۔ جس کا نام وہ ایمایاتولو بتاتے ہیں۔ تولو کے معنی "ستارہ "ہیں۔ سیریئس بی ان کی زبان میں پو تولو کہلاتا ہے۔ پو کے معنی "مختصر" کے ہیں۔"

صائم گرم دودھ کے گھونٹ بھرتے دادا کی باتوں میں محو تھا اور ولید ہلکا ہلکا اونگھتا جا رہا تھا۔

"نیل میں سیلاب آنے کی نشانی اس ستارے سے مشروط تھی۔ مصر میں اس ستارے کی پوجا کی جاتی تھی۔۔۔ اس ستارے کی اہمیت صرف افریقہ یا عرب میں نہیں تقریباً دنیا کے ہر علاقے میں اس کی اہمیت مسلم ہے۔۔۔

ہے نا عجیب بات۔۔۔" دادا نے پوچھا تھا۔

نور دلچسپی سے سنتی سب تحریر کرنے کی کوشش کرتی تھی۔

"مالی میں آباد قبیلے ڈوگون کے لوگوں کا کیلینڈر اس ستارے کی گردش پر مبنی تھا۔ وہ ہر ساٹھ سال بعد ایک جشن مناتے ہیں۔ جس میں وہ روایتی رقص جس میں دائروں میں گھومنے کا عمل اہم ہے کرتے ہیں۔ مگر ان ستاروں کی گردش ایک دوسرے کے اردگرد پچاس سال میں مکمل ہوتی ہے۔ ممکن ہے ساٹھ سال کسی غلطی کا نتیجہ ہو یا پھر اس کا تعلق اس تیسرے سیارے سے ہو۔۔۔

اور میرا رب سورۃ النجم میں فرماتا ہے،

اور یہ کہ وہ ہی ستارہ شعریٰ کا مالک ہے۔" اب دادا سورت نجم کی تلاوت کر رہے تھے اور وہ سب سن رہے تھے، ستارے بھی، صنوبر کے درخت بھی، خود شعریٰ بھی اور آسمان بھی۔

"یہ آپ کے سامنے کینس کونسٹالیشن (جھرمٹ) اور یہ سیرئس اے اور بی۔" نور نے کمپیوٹر کی سکرین پر اشارہ کیا جو پروجیکٹر کے ذریعے بڑے پردے پر ظاہر تھی۔ سفید تیر ان دو ستاروں کے گرد

گھومتا تھا اس کے ہاتھ کے ساتھ ساتھ۔

"اسے ڈوگ سٹار کہتے ہیں۔۔۔ سیرئیس اے کو اور اس چھوٹے سٹار کو پپی سٹار۔ بچوں کے چہروں پر ہنسی کھل اٹھی تھی۔

"سیرئیس اے حجم میں ہمارے سورج سے دو گنا بڑا ہے اور نیلی روشنیاں اس میں سے پھوٹتی ہیں اور یہ تقریباً ہماری زمین جتنا ہے مگر حجم سورج جتنا۔۔۔ یہ سیرئیس اے کے مقابلے میں مدھم اور بونا ستارا ہے۔ قدیم وقتوں میں اس ستارے کی روشنیوں کو سرخ روشنی سے ظاہر کیا گیا ہے۔ اراطوس اور بطلیموس نے اپنی کتاب میں اس کو سرخ رنگ میں ہی بتایا ہے، ہو سکتا ہے اس نے رنگ بدلا ہو یا پھر یہ کسی قدرتی رکاوٹ کی وجہ سے تھا کہ غبار زمین اور اس ستارے کے درمیان تھا جو رنگ مختلف دکھاتا تھا اور اب وہ غبار چھٹ گیا ہے۔ یہ ستارا ہمارے آسمان کے چمکدار ترین ستاروں میں سے ہے جو آٹھ اشاریہ چھ روشنی کے سال ہم سے دور ہے۔ یہ ستارا قحط، خشک سالی اور گرمی کا استعارہ تھا۔

اراطوسس اپنی فلکیاتی نظم "فینومینا" میں لکھتا ہے کہ 'وہ اپنی الگ چمک کے ساتھ جل رہا ہے جسے سیرئس کہتے ہیں جب وہ سورج کے ساتھ ابھرتا ہے تو پتوں پر خشک سالی آتی ہے۔'

قدیم یونانی رزمیہ شاعر کہتا ہے کہ: سیرئیس طلوع ہو رہا ہے۔۔۔ موسم سخت ہے ہر چیز پیاسی ہے۔ جھینگر پتوں میں سے بولتا ہے اور بڑے سر والے پھول کھل رہے ہیں۔۔۔ عورتیں چڑچڑی اور مرد بیمار ہیں۔۔۔

لوشن قدیم زمانے میں ہجو نگار تھا اس نے اپنے تخیلاتی ناول چاند کی طرف پرواز میں لکھا ہے کہ سیرئیس سے پانچ ہزار کتے کے سر والی مخلوق انسانوں سے لڑنے آتی ہے۔"

اس نے ستاروں کی گردش والی ویڈیو پلے کرتے ہوئے مزید معلومات دیں۔

"سیرئیس سسٹم کی عمر دو سو سے تین سو لاکھ سال ہے۔ اور یہ دیکھیں یہ اس طرح سے یہ دونوں

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com

ایک دوسرے کے گرد گردش کرتے ہوئے تتلی کے پر بناتے ہیں۔۔۔دو دائرے۔۔۔اس میں قوسین (دو کمانیں) بھی پیدا ہوتی ہے جو مل کر ایک بیضوی دائرہ بناتی ہے۔"

"اور پھر اس جلوے اور اس محبوب میں دو قوس کا فاصلہ رہ گیا یا اس سے بھی کم۔"

☆☆☆☆☆☆☆☆

جاری ہے

اس ناول پر اپنی رائے کامنٹ باکس میں دیں

https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com https://paksociety.com